التصدیق لدفع التلبیسات
یعنی
امام اہلسنت غزالی زماں حضرت
علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کے ترجمۃ القرآن
البیان
کی
اکابر علمائے امت اور صلحائے ملت
کی طرف سے تحسین وتائید
ناشر
کاظمی پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

التصدیق الدفع التلبیسات

یعنی

امام اہلسنت غزالئ زماں حضرت

علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کے ترجمۃ القرآن

البیان

کی

اکابر علمائے امت اور صلحائے ملت

کی طرف سے تحسین وتائید

ناشر

کاظمی پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

نام کتاب	التصدیقات لدفع التلبیسات
مرتب	جانشین غزالی زماں حضرت علامہ سید مظہر سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ
بار	اول
ہدیہ	
صفحاتِ کتاب	312
سنِ اشاعت	2004ء
بائنڈنگ	مشتاق بک بائنڈنگ ہاؤس، ملتان

☆ ملنے کا پتہ ☆

مکتبہ مہریہ کاظمیہ جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

فرید بک سٹال، لاہور

مکتبۃ المدینہ، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

کتاب خانہ حاجی نیاز احمد، بوہڑ گیٹ، ملتان

فہرست اسمائے گرامی مفتیان عظام وعلماء کرام:

تائیدات وتصدیقات

SAIYED MOHAMMED MADANI
ASHRAFI JILANI
Post. KICHHAUCHHA SHARIF,
Dist. FAIZABAD (U.P.) PIN 224155 (INDIA)

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
پوسٹ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد، یوپی۔ (انڈیا)

SAIYED MOHAMMED MADANI
ASHRAFI JILANI
MADANI MANSION, OPP. PREYAS HIGH SCHOOL,
KHANPUR, AHMEDABAD-380 001. (GUJARAT)

۸۶/

۹۲

مستغنی عن الالقاب گرامی قدر ومنزلت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔ مزاج ہمایوں؟۔۔۔۔۔۔ کثرت مشاغل کے سبب جواب میں قدرے تاخیر ہوگئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔۔''والعذر عند کرام الناس مقبول''

مجھے امید ہے کہ نقد ونظر کے جذبہ فراواں کے ساتھ بہ نظر غائر آپ میرے جواب کو ملاحظہ فرمائیں گے اور کہیں بھی اگر ذرہ برابر فکری کجی ۔۔یا۔۔اسلوب بیان میں خامی نظر آئے گی اسے درست فرمالیں گے۔ اور پھر اس سے مجھے باخبر کر کے شکریہ کا موقع عطا فرمائیں گے۔

اس جواب میں اگر میں نے کہیں خطا کی ہے تو یقیناً یہ میرے نفس کا دھوکہ ہے اور میری کم علمی کا نتیجہ ہے اس صورت میں آپکی مخلصانہ مدلل اصلاح میری دستگیری کیلئے کافی ہے اس جواب کی وصولیابی کی اطلاع اور اُس کے تعلق سے آپکی گرانقدر تحریری رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

۔۔۔اس مقام پر میں اپنے ایک خاص نقطہ نظر سے آپ کو باخبر کرنا چاہتا ہوں جسے ملاحظہ کر لینے کے بعد اس ریمارک کی بنیادی وجہ آپ پر ظاہر ہو جائے گی جو میں نے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی طرف منسوب ایک عبارت پر کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس زاویہ نگاہ کے تعلق سے بھی مجھے اپنی رائے سے نوازیں گے۔۔۔۔مسلمہ عظمت وشخصیت کے حامل جو بزرگان دین ہیں اگر ان میں کسی کی ذات کی طرف کسی ایسے قول ۔۔یا۔۔عمل کا انتساب کیا گیا ہو جو اپنے اندر واضح طور پر شرعی ۔۔یا۔۔عقلی قباحت رکھتا ہو اور اس میں ایسی توجیہ ممکن نہ ہو جو ہر خاص وعام کے لئے اطمینان بخش ہو سکے تو بجائے اس کے کہ اس کی تاویل وتوجیہ میں

دماغ سوزی کی جائے اور ذہنی جولانیت کا مظاہرہ کیا جائے بہتر یہ ہے کہ اس انتساب کی صحت سے انکار کر دیا جائے اور اس کو الحاقی قرار دے کر قصہ وہیں ختم کر دیا جائے۔۔۔اسی بناء پر میں اس روایت کو بھی جعلی اور فرضی سمجھتا ہوں جو بعض کتابوں میں حضرت ابوبکر شبلی قدس سرہ اور بعض کتابوں میں حضرت غریب نواز قدس سرہ کی طرف منسوب ہے کہ ایک مرید ہونے کے ارادہ سے آنے والے کی اپنی ذات سے کمال عقیدت کا امتحان لینے کے لئے اپنا کلمہ پڑھوایا ایک روایت کی بنیاد پر حضرت شبلی قدس سرہ نے اس آنے والے سے لاالہ الا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ اور دوسری روایت کی بنیاد پر حضرت غریب نواز نے اس سے لاالہ الا اللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ پڑھنے کو کہا اور اس نے ان کے فرمانے پر پڑھا بھی۔۔۔اپنی ذات سے کمال عقیدت کا امتحان لینے کے لئے خود کفر بولنا اور سامنے والے سے کفریہ کلمات نکلوانا ان نفوس قدسیہ رکھنے والوں سے ہرگز ممکن نہیں۔امتحان لینے کا وہ طریقہ جو امتحان لینے والے اور امتحان دینے والے دونوں کو کافر بنادے نہ شرعاً صحیح ہو سکتا ہے اور نہ عقلاً معقول۔۔۔اس طرح کے فرضی واقعات کی بعید از قیاس تاویلات کر کے اس کو درست قرار دینے کی کوشش کو کبھی بھی بہ نظر استحسان نہیں دیکھنا چاہئے۔۔۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ مجھے پاکستان کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں اپنے کو محبان اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کہنے والوں میں بعض ایسے لوگ ہیں جن کے نزدیک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زبان وقلم سے خطا کا صدور ممکن بالذات تو ہے مگر ممتنع بالغیر ہے۔۔۔اس بات کو تو وہ ان لفظوں میں صاف صاف نہیں کہتے مگر جن لفظوں میں ادا کرتے ہیں اس کا حاصل یہی ہے اور پھر اسی بات کو وہ دوسروں سے عقیدے کے طور پر منوانا چاہتے ہیں ان کے نزدیک ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان سے تو خطا ہو سکتی ہے مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے نہیں ہو سکتی۔اس پر غضب کی بات یہ ہے کہ جو ان کے ان لایعنی مفروضات کو نہ مانے اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا گستاخ قرار دے کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ انہیں سمجھ دے کہ وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی محبت کے نام پر ان کے تعلق سے ایسے خیالات

کا اظہار نہ کریں جس سے خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روحانیت ان سے بیزار ہو جائے۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میدان قیامت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو سلوک حضرت موسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے ساتھ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے ساتھ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم غالی شیعوں کے ساتھ فرمانے والے ہیں۔

والسلام

محتاج دعا

SAIYED MOHAMMED MADANI
ASHRAFI JILANI
Post. KICHHAUCHHA SHARIF,
Dist. FAIZABAD (U.P.) PIN 224155 (INDIA)

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
پوسٹ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد، یوپی۔ (انڈیا)

SAIYED MOHAMMED MADANI
ASHRAFI JILANI
MADANI MANSION, OPP. PREYAS HIGH SCHOOL,
KHANPUR, AHMEDABAD-380 001. (GUJARAT)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

الجواب:

قرآن کریم میں ذنب کی نسبت کا انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہونا بالاجماع موؤل ہے تو اب ایسی تاویل جس سے انبیاء علیہم السلام کی عظمت محفوظ اور ثابت رہے وہ تاویل جائز اور مستحسن قرار پائے گی۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جو تر جمے تاویل کے مرہون منت ہوتے ہیں وہ دراصل ترجمے نہیں توجیہیں ہیں، جنہیں وجہ، وجوہ اور وجہیں بھی کہتے ہیں۔ اور توجیہیں اگر ایک دوسرے کے مخالف ہوجائیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دو توجیہوں میں اگر تضاد ہو تو اس کے تراجم کے مابین تضاد ایک فطری امر ہے۔ اس کے باوجود چونکہ دونوں توجیہوں کا مقصود و مدعا ایک ہی ہوتا ہے لہذا ان دونوں ہی کو درست قرار دے دیا جاتا ہے۔۔۔۔

کسی کلام کی توجیہ و تاویل کرنے میں بھی اس میں زبان و بیان کے مسلمہ اصولوں کا پاس و لحاظ رکھنا اور کلام کے سیاق و سباق اور اس کی شان نزول سے چشم پوشی نہ کرنا ایک ضروری امر ہے۔۔ چونکہ مفسر (موجہ) اپنی طرف سے مطلب بیان کرتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں منتقل کرتا ہے۔ اس لئے کسی موجہ کی توجیہ اور کسی مفسر کی تفسیر کا ہر کسی کے لئے قابل قبول ہونا ضروری نہیں۔

رائے کا اس طرح کا اختلاف ہمیشہ اہل علم میں رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ رائے کے اختلاف کو ذات کی مخالفت سے تعبیر کرنا اور اس سے اسلاف کی مسلمہ حیثیت کو مجروح قرار دینا یا باور کرانا دانشوران ملت کو زیب نہیں دیتا کسے نہیں معلوم کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگردوں نے بہت سارے مسائل میں ان سے اختلاف کیا، اس کے باوجود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمالیائی عظمت و شخصیت میں کچھ کمی نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کی

مسلمہ حیثیت مجروح ہوئی۔ خود امام احمد رضا قدس سرہ اپنے ان معتمد و معتقد علیہم بزرگان سلف کی رائے سے جن کی بارگاہ عظمت میں تاحیات دن کے اجالے میں سجود نیاز لٹاتے رہے سینکڑوں جگہ اختلاف کرتے رہے۔۔ فتاویٰ رضویہ اور آپ کی دیگر تصنیفات و تالیفات میں آپ کے پیش کردہ سینکڑوں تطفلات اس پر شاہد عدل ہیں۔ باوجود اس کے نہ ان بزرگان سلف کی عظمتوں پر کچھ اثر پڑا اور نہ ہی ان کی مسلمہ حیثیت مجروح ہوئی۔ الغرض علماء کے درمیان رائے کے اختلاف کو معیوب نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ ہی اہل علم کے لئے اس طرح کے مودبانہ اظہار خیال کے دروازوں کو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے' ورنہ باہوش پیروی اندھی غلامی کی صورت اختیار کرلے گی۔ خدانخواستہ اگر علمائے کرام فکر ونظر کے جمود و تعطل کا شکار ہو گئے تو اس کے بہت خراب اثرات مرتب ہوں گے اور عہد حاضر میں ظاہر ہونے والے نجانے کتنے مسائل تشنہ تحقیق ہو کر رہ جائیں گے۔ علم و فضل کے ساتھ اصابت رائے اور پھر جرات اظہار یہ وہ عناصر ہیں جن سے وقت کی بہت ساری ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں۔۔۔ جس طرح ایک شخص کسی کی رائے سے اختلاف کرتا ہے اسی طرح ہم بھی اس کی رائے سے اختلاف کرسکتے ہیں۔ رائے سے اختلاف کرنے کے حوصلے کو مردہ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس مقام پر بھی یہ ذہن نشین رہے کہ جس طرح وہی توجیہ قابل قبول ہوتی ہے جس کی پشت پناہی دلائل کریں اسی طرح کسی توجیہ کو رد کرنے کے لئے بھی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اس مقام پر ذاتی پسند و ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں۔۔۔ یہ صحیح ہے کہ "القرآن ذو وجوہ" اور یہ بھی اصول تفسیر کا قانون ہے۔ القرآن حجة فی جمیع الوجوہ

مگر۔۔ یہ وجوہ وہی ہیں جنہیں فکر سلیم زبان و بیان کے اصولوں اور شرعی قوانین وضوابط کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے کلام الٰہی سے استخراج کرتی ہے اسی لئے کسی فرد کی بے لگام تک بندیوں اور فکر ونظر کی بے راہ روی سے حاصل کردہ وجہ کو وجہ قرآنی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

ان مختصر سی گزارشات کے بعد اب ان آیات کریمہ کی تشریح و توجیہ کے تعلق سے اپنے معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں جن کا ذکر فاضل مستفتی نے اپنی تحریر میں کیا ہے۔ اولاً آیت فتح کو لیجئے ارشاد ربانی ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ الآیۃ ۔۔۔ اس ارشاد کی شان نزول کے تعلق سے حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

"مروی ہے کہ جب یہ آیت (یعنی مَا اَدرِیْ مَا یُفعَلُ بِیْ وَلَا بِکُم) نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (ﷺ) کا یکساں حال ہے انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے آیت لِیَغفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ نازل فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لِیُدخِلَ المُؤمِنِینَ وَالمُؤمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجرِیْ مِن تَحتِھَا الاَنھٰرُ اور یہ آیت نازل ہوئی بَشِّرِ المُؤمِنِینَ بِاَنَّ لَھُم مِّنَ اللّٰہِ فَضلاً کَبِیرًا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ حضور (ﷺ) کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنین کے ساتھ کیا۔

ضیاء الملت حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ۔۔۔ صلح حدیبیہ کے بعد سرور عالم ﷺ اپنے جاں نثاروں کی معیت میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو راستے میں اس سورہ (سورہ فتح) کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے حضور نے دوسری آیت پڑھ کر سنائی جب زبان پاک سے لِیَغفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاخر کے کلمات طیبات ادا ہوئے تو صحابہ خوشی سے بے قابو ہو گئے، مبارکیں پیش کرنے لگے، عرض کی ھنیئا لک یارسول اللہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول مبارک صد مبارک اللہ تعالیٰ نے حضور کو بتا دیا جو معاملہ وہ آپ سے فرمانے والا ہے۔ وما ذالنا یارسول اللہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس وقت یہ آیات (یعنی ھُوَ الَّذِیْ اَنزَلَ السَّکِینَۃَ فِی قُلُوبِ المُؤمِنِینَ ۔۔تا۔۔ وَکَانَ ذٰلِکَ عِندَاللّٰہِ فَوزًا عَظِیمًا) نازل ہوئیں۔ (ضیاء القرآن ص ۵۳۶ جلد ۴، زیر آیت فتح)

مذکورہ بالا دونوں تحریروں سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱) آیت کریمہ میں ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف ہے نہ کہ مومنین کی طرف۔ الغرض اس سے نبی کریم ﷺ ہی کے افعال مراد ہیں نہ کہ مومنین کے۔

۲) نبی کریم ﷺ کو جو مژدہ سنایا گیا ہے اس کا تعلق احوال آخرت سے ہے نہ کہ احوال دنیا سے۔ یوں ہی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو جو بشارت دی گئی ہے اس کا بھی تعلق احوال آخرت سے ہی ہے۔

۳) آیت کریمہ کو سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی یہی سمجھا کہ اس میں ذنب کی اسناد نبی ﷺ ہی کی طرف ہے اور اس آیت کا روئے سخن ہماری طرف نہیں ہے۔

۴) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گزارش پر حضور آیۂ رحمت ﷺ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ آیت میں بظاہر خطاب مجھ سے ہے لیکن اس کا روئے سخن تمہاری طرف ہے اور تمہیں کو اس آیت کے ذریعہ مغفرت کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ سرکار رسالت ﷺ نے یہ نہ فرما کر ظاہر فرما دیا کہ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو سمجھا ہے وہی صحیح ہے کہ اس میں مغفرت کی بشارت نبی کریم ﷺ ہی کے لئے ہے اور ذنبک سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے افعال مراد ہیں۔

۵) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عرض پر رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے الگ بشارت کی آیات نازل فرما کر فرما دیا کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سمجھا وہ صحیح تھا اور اس پر نبی کریم علیہ السلام کی خاموشی برحق تھی۔ اس میں ایک طرح سے وحی ربانی کی طرف سے فہم صحابہ کی درستگی کی توثیق بھی ہوگئی۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آیت زیر بحث میں ذنب سے مراد ذنب رسول علیہ السلام ہی ہے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ ذنب سے مراد کیا ہے' یہ ایک الگ مسئلہ ہے' اس تعلق سے تمام مفسرین نے سر جوڑ کر اپنی فکر و نظر کے جوہر دکھائے اور اپنے اپنے نتیجہ ہائے فکر اپنے اپنے انداز میں بیان فرمائے۔ جس کے نتیجے میں رایوں کا اختلاف سامنے آیا اور ہر ایک کو للناس فیما یعشقون مذاھب کا منظر دیکھنے کو ملا۔ یہ بات ضرور ہے کہ سارے اہل حق مفسرین کرام اس خاص نکتے پر ذہنی اور فکری طور پر متحد و متفق رہے کہ توجیہ بہر صورت ایسی کی جائے جس سے دامن عصمت انبیاء علیہم السلام پر داغ نہ لگنے پائے اور بحمدہ تعالیٰ اس کوشش میں سب کامیاب رہے گویا منزل سب کی ایک ہے مگر وہاں پہنچنے کے راستے الگ الگ ہیں۔ توجیہوں میں تضاد و اختلاف ضرور ہے مگر سب کی سب توجیہیں عصمت انبیاء علیہم السلام ہی ثابت کرتی ہیں۔

کنزالایمان ہو۔۔ یا۔۔ البیان' دونوں میں بنام ترجمہ جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ دراصل توجیہ ہی ہے خود

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے اس کا اعتراف کیا ہے' فرماتے ہیں کہ ''اس وجہ پر آیت کریمہ سورۂ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے۔ الخ۔ اس آیت کریمہ کے تعلق سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد توجیہیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اور ذنبک کے تعلق سے دو مقامات پر خاص طور پر دو توجیہوں کو اپنایا ہے۔ ایک تو کنز الایمان میں اور دوسری ''ذیل المدعا'' میں۔

سورۂ محمد کی آیت کا ترجمہ کنز الایمان میں یہ کیا ہے۔ ''اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو'' آیت فتح کے ترجمے میں کنز الایمان میں ''ذنبک'' سے ذنب المؤمنین مراد لیا ہے۔ یہ توجیہ صرف یہی نہیں کہ ظاہر نظم قرآنی سے ہٹ کر ہے بلکہ آیت کریمہ کی شان نزول سے بھی کوئی مطابقت نہیں رکھتی نیز اس آیت کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو سمجھا اور پھر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جس سمجھنے کی صحت کی خاموش تائید فرمائی اور پھر وحی الٰہی سے جس فہم کی صحت کی توثیق ہوگئی یہ توجیہ اس سے بھی میل نہیں کھاتی۔۔۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب ایک توجیہ سے ذنب المؤمنین سے بھی زیادہ عموم ظاہر ہوتا ہے۔ جس توجیہ میں آیت فتح میں مذکور ''ذنبک سے ذنوب الناس من آدم الی یوم القیامۃ مراد لیا گیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔۔۔ فالناس من امته من آدم الی یوم القیامة فبشره الله بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وما تاخر منهم فكان هو المخاطب والمقصود الناس فيغفر الله للكل ويسعدهم وهو اللائق لعموم الرحمة التي وسعت كل شي و بعموم مرتبة محمد صلى الله عليه وسلم حيث بعث الى الناس كافة بالنص ولم يقل ارسلناك الى هذه الامة خاصة ولا الى اهل هذا الزمان الى يوم القيامة خاصة وانما اخبره انه مرسل الى الناس كافة من آدم الى يوم القيامة فهم المقصودون بخطاب المغفرة بما تقدم من ذنب وما تاخر والله ذو الفضل العظيم

لیجئے اس عبارت کا مطلب بھی حضرت اویسی صاحب مدظلہ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔ ''ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے لوگ حضور نبی پاک ﷺ کی امت ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ میں تمام لوگوں پچھلے اگلے سب کی مغفرت کی نوید سنائی' خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں مخاطب حضور ﷺ ہیں لیکن مراد تمام لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو نبی پاک ﷺ کے صدقے بخشے گا اور انعامات سے نوازے گا اور اس کی عموم رحمت جو تمام کو محیط ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کمال کے عموم کے لائق بھی یہی ہے کہ آپ بہ نص قرآنی تمام لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے اسی لئے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ فرمایا ارسلنک الی هذه الامة یا ارسلنک الی اهل هذا الزمان الی یوم القیامة نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اور الناس سے حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے لوگ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (شرح ختم الولاية للشيخ الاكبر رضى الله عنه ص ۱۰۶۔۱۰۷،۱۷)

حیرت اس بات پر ہے کہ علامہ اویسی صاحب نے شیخ اکبر قدس سرہ کی طرف منسوب اس عبارت کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمے کی تائید قرار دیا ہے۔ حیرت کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں خود واضح فرما دیا ہے کہ۔۔۔ ماتقدم سے آپ کے والدین کریمین۔ تا۔ حضرت آدم وحوا تمام آباء وامہات ماسوائے انبیاء کرام اور ماتاخر سے اہل بیت کرام اور امت مرحومہ مراد ہے۔ غور فرمایئے جو عموم حضرت شیخ قدس سرہ کی طرف منسوب کلام سے ظاہر ہو رہا ہے وہ یہاں کہاں؟ پھر تائید کیسی؟ ہاں کھینچ تان کر کے ایک جزوی تائید نکالی جا سکتی ہے وہ یہ کہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آیت فتح میں ذنبک سے ذنب رسول ﷺ مراد نہیں۔۔ میرا ایمانی ضمیر مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ امام العارفین مقدام المکاشفین سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی ذات ستودہ صفات کی طرف کسی ایسے کلام کو منسوب کروں جو کفر وشرک پر مرنے والے کفار ومشرکین کو مغفرت کی بشارت دیتا ہو اور اسی کو عموم رحمت الٰہی اور عموم مرتبہ محمدی کا تقاضا خیال کرتا ہو نیز حضور آیہ رحمت ﷺ کے سوا سارے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو گناہ گار ظاہر کرتا ہو۔۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''جزاء الله عدوه'' میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

''فهذه الاية تدل على ان الله تعالىٰ قد شرك اهل البيت مع رسول الله ﷺ في قوله تعالىٰ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اس کلام سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

۱) ذنبک میں ذنب کی اسناد اصالۃً حضور ﷺ کی طرف ہے اور فروعاً آپ کی اہل بیت اس میں شامل

ہے۔ الغرض۔ آیت اہل بیت کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اہل بیت آپ ﷺ کے ساتھ شامل کئے گئے۔

۲) حضرت شیخ اکبر کی بیان کردہ مذکورہ بالا توجیہ میں صاف لفظوں میں آیت فتح میں مذکور ذنبک میں ذنب کی نسبت رسول وآل رسول (ﷺ) ہی کی طرف ہے لہذا اس کا تعلق افعال رسول وآل رسول (ﷺ) ہی سے ہے۔

۳) غالباً یہی امام احمد رضا قدس سرہ کا بھی مختار ہے۔ جبھی انہوں نے اسے بطور سند پیش کیا ہے اور پھر ذنب کی نسبت رسول کریم ﷺ کی طرف کرنے سے بظاہر جو اشکال نظر آ رہا تھا اس کا مفصل جواب بھی دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

''ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** حضور اقدس ﷺ ہر آن ترقی مقامات قرب ومشاہدہ میں ہیں۔ **وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی** جب ایک مقام اجل واعلیٰ پر ترقی فرماتے گزشتہ مقام کو بہ نسبت اسکے ایک نوع تقصیر تصور فرما کر اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار بجالاتے تو وہ ہمیشہ ترقی اور ہمیشہ توبہ بے تقصیر میں ہیں ﷺ

اہل فہم حضرات پر یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کسی بھی ایک آیت میں مذکور ذنبک سے ذنب کی کسی احسن توجیہ کی روشنی میں ذنب رسول ﷺ مراد لینے میں کوئی شرعی قباحت نہیں آتی اور ردائے عصمت نبوت پر داغ نہیں لگتا تو پھر نصوص میں جہاں جہاں ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے وہاں بھی ذنب رسول ﷺ مراد لینے میں کہاں سے کسی طرح کی شرعی قباحت آسکتی ہے۔۔۔ اب یہاں ایک بات اور قابل غور رہ گئی ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں ذنبک کے تعلق سے توجیہات تو بہت پیش کی ہیں لیکن کون سی توجیہ خود ان کی مختار ہے؟ ظاہر ہے کہ دو متضاد توجیہیں کسی ایک کی مختار تو ہو نہیں سکتیں مختار تو کوئی ایک ہی ہوگی تو آخر وہ کون سی توجیہ ہے؟۔۔۔ امام موصوف قدس سرہ العزیز نے سورہ فتح کی آیت کی جو توجیہ اپنی تصنیف ''**جزاء اللّٰہ عدوہ**'' میں فرمائی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذنب کی اسناد نبی کریم ﷺ کی طرف ہے اور اس سے آپ ﷺ کے افعال مراد ہیں۔ اس کے برخلاف اسی آیت کی جو توجیہ کنزالایمان میں کی گئی ہے کہ ''ذنبک'' میں خود نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے افعال مقصود نہیں بلکہ اس سے مراد ذنوب مومنین ماقبل ومابعد ہیں۔ ان دونوں توجیہوں

کا تضاد ظاہر ہے گو مقصود و مدعا یعنی تحفظ عصمت نبوت دونوں سے بحسن وخوبی حاصل ہے مگر ان کے مابین اس نوعیت کا تضاد ہے کہ دونوں ایک ساتھ کسی ایک کا مسلک مختار نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔اسی طرح۔۔۔سورہ محمد کی آیت کی ایک توجیہ وہ کی ہے جو ''ذیل المدعا'' میں ہے۔جس میں ذنبک سے ذنب نبی علیہ السلام ہی مراد لیا ہے۔۔۔ اس کے برعکس اسی آیت کا ترجمہ کنزالایمان میں یہ فرمایا ہے۔''اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو''۔۔۔ان دونوں توجیہات کی ہو بہو وہی پوزیشن ہے جو آیت فتح کی دونوں توجیہات کی ہے تو ان میں بھی کوئی ایک ہی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مسلک مختار بن سکتی ہے۔ پھر آخر وہ ایک کون ہے؟ اس سوال کا جواب یہ خاکسار اپنی علمی بے بضاعتی کے سبب نہیں دے سکے گا۔اسی لئے اس کے اطمینان بخش جواب کے لئے وہ تمام دانشوران ملت سے اپنی دستگیری کی استدعا کرتا ہے۔

اب تک میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے آیئے اور آیات زیر بحث کے تعلق سے ''البیان'' کی توجیہ پر منصفانہ نقد ونظر کے لئے تیار ہو جایئے۔۔۔

قبل اس کے کہ اس سلسلے میں میں کچھ اپنی طرف سے کہوں حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی کی ایک تحریر پر تنویر پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس کے لفظ لفظ سے مجھے اتفاق ہے۔فرماتے ہیں

''حضرت غزالی زماں نے ''ترک اولیٰ'' لکھ کر گناہ کے ترجمہ سے عدول و اعراض فرمایا اور اسے بظاہر لکھ کر اس کے لئے عامۃ المسلمین کے ترک اولی کے مساوی ہونے سے انکار فرما دیا اور پھر اس پر مزید تصریح فرمائی کہ یہ ترک اولی حسنات الابرار سے بھی افضل ہے یعنی عامہ صدیقین، شہداء اور صالحین کی نیکیاں اگر سب کی سب (فرائض، واجبات، نوافل) کو جمع کر کے ایک پلڑے پر ڈال دیا جائے تو بھی آپ ﷺ کا ترک اولی ان سے کئی گنا اولیٰ و افضل ہے۔اسی لئے تو وہ بظاہر ترک اولی ہے۔ بہر حال ترجمہ البیان میں خلاف اولیٰ لکھنا شرعی اصول پر مبنی بر صواب ہے''

میری نظر میں غزالی دوراں قدس سرہ العزیز کی توجیہ میں جو دوسری خوبیاں ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱) یہ توجیہ نظم قرآنی کے مطابق ہے۔

۲) اس توجیہ کو آیت فتح کی شان نزول سے مکمل مناسبت ہے۔

۳) یہ توجیہ فہم صحابہ کے مطابق ہے۔

۴) فہم صحابہ کی خاموش تائید کے ضمن میں اس توجیہ کو تائید نبوی بھی حاصل ہے۔

۵) صحابہ کی گزارش پر الگ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بشارت کی آیتیں نازل فرمانا اور 'ذنبک' کو رسول کریم ﷺ کے لئے مخصوص رکھنا اشارہ کرتا ہے کہ وحی الٰہی سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

۶) ''جزاء اللہ عدوہ'' میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا جو کلام نقل فرمایا ہے وہ بھی اسی توجیہ کا مؤید ہے۔

۷) خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا کلام بطور سند نقل کر کے اسکے ظاہری اشکال کو دور کرنا اس توجیہ کی اولیت کی طرف ان کے ذہنی رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔

۸) اس توجیہ میں کوئی ایسا سقم نہیں جس کی وجہ سے امام رازی علیہ الرحمہ نے اس آیت کی دوسری توجیہوں کو رد فرمادیا ہے۔

۹) اس توجیہ اور اس کے بین القوسین اضافوں کے ذریعہ بڑے ہی خوبصورت انداز میں جلیل القدر مفسرین کی تحقیقات کا عطر پیش کر دیا گیا ہے۔

۱۰) غزالی دوراں قدس سرہ کے سامنے کنزالایمان کی توجیہ تھی اور وہ اس کی صحت و درستگی کے قائل بھی تھے اس کے باوجود اسے چھوڑ کر ایک دوسری توجیہ پیش کی جو کنزالایمان کی توجیہ کی ضد ہے اس کے پیچھے خوب سے خوب تر کی تلاش کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ''

اس فقیر اشرفی وگدائے جیلانی کی نظر سے ان آیات ثلاثہ کی جتنی بھی توجیہیں گزری ہیں ان سب میں اس خاکسار کی نظر میں ''البیان'' کی توجیہ صواب تر' احسن' اصح' درایۃً راجح اور روایۃً اشبہ بالنصوص ہے۔۔۔ میں نے جان بوجھ کر البیان کی توجیہات کے لئے اصح' احسن اور صواب تر کے الفاظ کا استعمال اس لئے کیا ہے تاکہ دوسری بعض توجیہات کو صحیح' حسن' صواب قرار دینے کا میرا اپنا حق محفوظ رہے۔۔۔ فاضل مستفتی کے سوال کا

جواب گو میری تفصیلی تحریر میں آگیا ہے مگر بایں ہمہ مناسب لگ رہا ہے کہ آخر میں فاضل مستفتی کا سوال نقل کر کے چند سطروں میں اس کا جواب دے کر بات ختم کر دوں۔ فاضل مستفتی فرماتے ہیں۔

''ہماری گزارش ہے کہ آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے نزدیک دونوں ترجمے صحیح ہیں کہ نہیں''؟

جواباً عرض ہے کہ میرے نزدیک یہ دونوں ترجمے جن سے سوال متعلق ہے دو توجیہیں ہیں ان دونوں توجیہوں کو جلیل القدر مفسرین کی تائید حاصل ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ دونوں کا مقصود و مدعا عصمت نبوت کا تحفظ ہے۔ دونوں اپنے اس مقصود و مدعا کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہیں۔۔۔ لہذا۔۔۔ یہ دونوں توجیہیں صحیح ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان میں توجیہ کنز الایمان اگر خوب ہے تو توجیہ البیان خوب تر ہے هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم فقط

انا الفقیر الی حضرۃ الرب الغنی
السید محمد مدنی الاشرفی الجیلانی
امین سجادۃ مخدوم الملت
المحدث الاعظم قدس سرہ العزیز.
۱۹؍ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ
مطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۳ء بروز شنبہ
بمقام 'مدنی مسکن' احمد آباد' گجرات